مَا اٰتٰکُم الرّسُول فَخُذُوہُ وَمَا نَھٰکُمُ عَنہُ فَانتَھُوا
رسول اللہ ﷺ نے جو کہا جتنا کہا اتنے ہی پر عمل کرو

بیداری فجر مہم کی شرعی حیثیت

مفتی محمد سجاد حسین قاسمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیداری فجر مہم کی شرعی حیثیت

سوال : آج کل نماز فجر میں جگانے کیلئے ایک مخصوص ''فجر کلب'' نام سے تحریک چلائی گئی ہے۔موجودہ کشیدہ حالات کے پیش نظر اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ مدلل و مفصل بیان فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

جواب : اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ فجر کی نماز بہت ہی اہم ہے۔اس کے بڑے فضائل ہیں۔ ہر مسلمان کو ضروری طور پر بلکہ جس طرح انسان کو پاخانہ و پیشاب ارجنٹ آجاتا ہے تو ہر اہم کام کو چھوڑ چھاڑ کر پہلے اسے باتھ روم جانا ضروری پڑ جاتا ہے۔اس سے بھی کہیں زیادہ ارجنٹ اور ضروری نماز فجر کیلئے بیدار ہونا ہے۔اس لئے جو لوگ اس خاص نماز میں حاضری کے لئے لوگوں کو بیدار کرنے کے لئے مہم چلانا چاہتے ہیں یا چلا رہے ہیں۔ان کا عمل یقیناً قابل تحسین ہے۔

مگر ہر کام کے لئے اللہ تعالی کی طرف سے فطری اور اصلی قانونی، دائمی یعنی یکساں سول کوڈ کتاب ''قرآن مجید'' کو کھول کر قانون دیکھ لینا بھی نہایت ضروری ہے۔ زندگی کے ہر معاملے میں اسی قانون دیکھنے کو ''فتوی معلوم کرنا'' اور قانون بتلانے کو ''فتوی دینا'' اور قانون بتانے

والے کو ''مفتی'' کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ ''مفتی'' کوئی خدا نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ وہ اللہ کے قانون یا یوں کہئے کہ خط کی طرح ارسال کردہ حکم و ہدایات اور احکامات کو اللہ کی قانونی کتاب ہی کو کھول کر ظاہر کر دینے والے اور بتلا دینے والے دینی ماہرین ہوتے ہیں۔

بہت سارے لوگ مفتیان کرام کے بتلائے ہوئے صحیح مسئلہ پر مفتی صاحب ہی سے حسد کر لیتے ہیں۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ کسی وکیل پر کوئی محض اس لئے غصہ ہو جائے کہ اس نے ملک کے دفعہ کو کیوں بتلا دیا؟ جبکہ ظاہر ہے کہ ''وکیل'' ہوتا ہی اس لئے ہے کہ وہ ملکی قوانین کو بتلائے اور اس روشنی میں لوگوں کے مسائل کو حل فرمائے۔اسی طرح کسی بھی چیز کے کسی ماہر انجینیئر سے کوئی اس لئے غصہ ہو جائے کہ اس نے اپنی انجینیر نگ علم کی روشنی میں کیوں کام کر دیا؟

ظاہر ہے کہ یہ فاش غلطی اور جہالت ہے۔اس لئے اس حقیقت کو تو ہر حال میں ماننی ہی پڑے گی کہ جو شخصیت جس میدان میں ماہر ہوتی ہے۔انہیں اسی میدان میں کام کرنا چاہئے۔اس طرح کے ماہرین کو بھی اپنی حاصل کردہ علم و قوانین سے سر مو روگردانی کرنا اور ہٹ کر کام کرنا غلط ہے۔اسی طرح اس میدان کے معاملے کے ضرورتمندوں کو بھی اسی میدان کے ماہرین شخصیتوں سے لنک رکھ کر اپنی ضرورتوں کو پوری کرنی چاہئے۔ دنیا کا نظام ایسا ہی چل رہا ہے۔

اگر یہ ضروری قانون سمجھ میں آ گیا ہے اور یقیناً آ ہی گیا ہوگا تو اب اسی طرح یہ سمجھئے کہ تخلیق انسانی کے بعد اس کے جسم و روح کی فطری بناوٹ اور نارمل حال پر قائم رہنا اور رکھنا دونوں ضروری تھے۔اسی لئے جسم و روح کے اصلی بنانے والے خدا (اللہ) پر ہی یہ لازم تھا کہ وہ ان دونوں کی فطری بناوٹ اور صحتیابی پر قائم و دائم رہنے کے لئے جو قوانین تھے۔ بتلا دیں۔ یہی قانون یا حکم یا یکساں ل سول کوڈ ''قرآن مجید'' نام سے ہے۔

اللہ تعالی مسلمانوں کو یہ ''قرآن مجید'' یعنی یکساں سول کوڈ کتاب دے کر انہیں من موجی اور صرف عقلی باتیں اور عمل کرنے کے لئے اس کتاب کی آیت '' مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' کے ذریعے سختی کے ساتھ منع کرتے ہوئے ہدایت و تنبیہ فرمائی ہیں کہ ''جو کچھ میرا قانون تجھے میرا پیغمبر حضرت محمد ﷺ نے بتلا دی ہیں۔ان کو بعینہ لے لو اور جن چیزوں سے انہوں نے منع فرما دیا ہے۔ان سے فورا رک جاؤ۔ نہ آگے نہ پیچھے کچھ بھی گھٹا اور بڑھا مت کرو!

پس کلمۂ اسلام پڑھنے کا مطلب ہی گویا کہ مسلمان قانون الٰہی کے سامنے بالکل پتھر کی طرح

محتاج ہے اور وہ یہ اقرار کرتا ہے کہ ''ہم من موجی کوئی طریقہ کار ہرگز رائج نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنے ہر عمل وقول میں قرآن مجید کے بتلائے ہوئے طریقہ کار اور اصول کو ہی انسٹال کریں گے۔

قانون: چیز اپنی کارکردگی میں اپنے جسم کے اندر کے ہر پارٹس میں اپنے مناسب قوانین کی انسٹالنگ کے بعد انہیں قوانین کے عین مطابق پروسس اور اجراء میں کنٹرول ہوتی ہے۔ ان کے خلاف میں ہرگز پروسس نہیں کرسکتی۔

یہ قانون بالکل ظاہر و باہر ہے کہ کسی چیز کو رَننگ یعنی پروسس اور جاری رہنے کے لئے اس کے خاص قواعد کی اس چیز کے تمام اعصاب ورگ وریشے میں انسٹالنگ ضروری ہے۔ جب چیز کے اندر مناسب قواعد کی انسٹالنگ ہو جاتی ہے تو پھر وہ چیز اپنے موڈ میں نہیں رہتی ہے۔ اس کا کنٹرول اور اجراء وچلن کا انحصار اس کے اندر انسٹالنگ شدہ قواعد وقانون کے طریق اور پروسس کے موافق ہوتا ہے۔ اسی طرف حدیث رسول ﷺ '' مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ'' میں اشارہ ہے۔

آج کے ٹکنالوجیکل زمانہ میں ہر چیز کو ''ریموٹ کنٹرول'' سے کنٹرول کیا جارہا ہے۔ لوگ اپنے پروگرامس اور فنکشنوں میں ہوا اور فضاء میں اڑنے والے کیمروں سے اپنے فنکشن کی صورت حال اور کیفیات کو قید کررہے ہیں۔ وہ فضائی کیمرہ ''ریموٹ'' کا ہی تابع ہوتا ہے۔ جدھر ریموٹ سے انسان چاہتا ہے۔ اسے اڑاتا، حرکت کراتا ویڈیو، آڈیو تصاویر قید کررہا ہوتا ہے۔ بلکہ بڑی بڑی کاریں بلکہ چھوٹے بچوں کے کارتک ''ریموٹ'' کے تابع ہیں۔ اہل قانون بلکہ بچہ بچہ اس قانون کو بخوبی جانتے ہیں کہ تھوڑا سا بھی فضائی کیمرہ اور کار سے ریموٹ لنک میں اگر فرق پڑ گیا تو کیمرہ فضاء سے نیچے گرجائے گا اور کاریں نہیں اوپن اور بند ہوں گی۔

ٹھیک اسی طرح یہ پوری کائنات اور اس کے اندر کی تمام چیزیں اور انسانی جسم وروح کا حال ہے۔ ان سبھوں کے اندر قدرتی '' ریموٹ کنٹرول'' یعنی قانونی کتاب ''قرآن مقدس'' کی انسٹالنگ ضروری ہے۔ اسی وجہ سے اسی قانون کے مطابق اس دنیا کے قیام اور اس کے اندر کی تمام چیزیں اسی ''قرآن مجید یکساں سول کوڈ'' ریموٹ کے قواعد واصول کے عین مطابق منطبق اور انسٹال شدہ ہیں۔ اس لئے انسان تخلیق کائنات اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کے اندر کی خاصیات اور سیٹنگ، فٹنگ اور مرتب شدہ فنکشن کو کسی قیمت پر تبدیل نہیں کرسکتا ہے۔

اگر ایک چیز کو دوسری چیز میں ضرب کرکے کچھ تبدیل کرکے تیسری چیز کو وجود میں یہ لاتا بھی ہے تو بھی اس میں قدرتی سسٹم وقانون ہی کارفرما ہوتا ہے۔ کیوں کہ دو چیزوں کو ترتیب اور ضرب

دے کر جس تیسری چیز کو یہ وجود میں لایا ہے۔ یہ بس اس کے دو قدرتی چیزوں کے آپس میں ملانے کے عمل سے وجود میں آ گئی ہے یا لائی گئی ہے۔ مگر جو تیسری چیز وجود میں آئی یا لائی گئی ہوتی ہے۔ ان کی فطری کلر اور کیفیت میں انسان کا دخل بالکل نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ قدرت کی کاریگری ہی ظاہر ہوتی ہے۔ بس انسان کے دو چیزوں کے آپس میں ملانے کے عمل سے ان دونوں چیزوں کی فطری اور قدرتی قوت کے ٹکراؤ سے جس کی قوت دوسرے کے مقابلے میں زیادہ ہوگی۔ اس کے مطابق اپنے مدمقابل چیز پر اپنی قوت کے پوائنٹ کے مطابق اثر انداز ہو کر وجود پا کر متشکل اور ظہور میں آئی ہوتی ہے۔

مثلاً کوئی قدرتی دو رنگوں کو ایک جگہ ملانے کا ''عمل'' کرتا ہے تو ان دونوں کے ملانے سے جو تیسرا کلر وجود میں آئے گا۔ یہ انسان کا بنایا ہوا کلر نہیں ہوگا۔ بلکہ ان دونوں کلروں کے ملاپ سے قدرتی طور پر ایک تیسرا کلر وجود میں آنے والا کلر ہی اس کے کلروں کے پوائنٹ وقوت کے مطابق وجود میں آئے گا۔ یہاں پر انسان ان دونوں معلوماتی کلروں کو ایک دوسرے میں ملانے کا بس ''عمل'' کیا ہے۔ انسان کے بس میں بس اتنا ہی ہے۔ ورنہ ان دونوں خاص چیزوں کے ملانے سے تیسرا کوئی من موجی کلر وہ وجود میں لے آتا! لیکن یہ اس کے لئے ممکن نہیں۔

یہی حقیقت نئی نئی چیزوں کے وجود کی کیفیت، کمیت اور کلروں کی ہے۔ پس دو آپس میں ملنے والی چیزیں پہلے سے منجانب اللہ تخلیق شدہ موجود تھیں۔ اسی طرح ان دونوں کے ملانے کے بعد تیسری وجود میں آنے والی شکل کا ظہور بھی منجانب اللہ مقدر تھی جو انسانی عمل سے اور کبھی قدرتی طور پر کسی سبب سے وجود میں آجاتی ہے۔ یہی قانون انسان کی پیدائشی شکل وصورت اور کیفیات وکمیات میں کارفرما ہے۔

اسی طرح اللہ کی طرف سے ایک خاص قدرتی نظام اس کائنات اور اس کے اندر کی چیزوں میں انسٹال ہے کہ دو چیزوں کے ملاپ سے تیسری چیز کا وجود ان دونوں میں سے طاقت ور چیز کی قوت کے پوائنٹ کے اثر کے مطابق ہو جاتا ہے۔ اس لئے انسان کے بس میں یہ بالکل طاقت نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کے صفات میں انگلی کرے۔

مثلاً کوئی شخص آگ، پانی، مٹی، ہوا، وغیرہ چیزوں کے صفات کو ہرگز بدل نہیں سکتا ہے۔ بس اس کے لئے اتنا ہی کام ہے کہ قدرت کی ان چیزوں کے خاصیات کو قدرتی سسٹم قرآن مجید کو پڑھ کر معلوم کرے اور ان کے نفع اور نقصان دونوں صفات سے مناسب اوقات وصورتوں میں فائدہ

اٹھانے کیلئے قرآن ہی کے بتلائے ہوئے طریقۂ خاص کے مطابق بس عملی شکل میں استعمال کر کے نفع اٹھائے۔خلاصہ یہی کہ انسان کا کام بس حکم الٰہی یعنی قوانین ربانی کے مطابق عمل کرنا ہے اور کچھ نہیں۔ورنہ آگے خطرہ ہے۔

آپ کہیں گے کہ نقصان دہ چیزوں سے نفع کیسے اٹھا سکتے ہیں؟ ان سے تو دور رہنے کے لئے کہا گیا ہے تو اس کا جواب یہاں پر اتنا سمجھ لیجئے کہ'' دنیا کی ہر چیز اپنے اندر نفع اور نقصان دونوں صفات لئے ہوئی ہیں۔اللہ تعالی نے چیزوں کو ان کے دونوں صفات '' نفع اور نقصان'' دونوں کی انسان ہی کو نفع پہنچانے کے لئے تخلیق کی ہیں۔جن کے صحیح اور اصلی اصول و قانون یہی یکساں سول کوڈ فطری قانونی کتاب '' قرآن مجید'' سے حاصل ہوگا۔

مثلا: تمام کھانے، پینے اور اندرون جسم داخل کر کے استعمال کرنے کی چیزوں کو ان کے استعمال کرنے والے کے استعمال کرنے کی قوت وصلاحیت کے مطابق و مناسب مقدار میں مفید قرار دی ہیں۔جیسے چاول، روٹی دال، فروٹ وغیرہ کہ یہ چیزیں مناسب مقدار میں مفید ہیں۔مگر یہی چیزیں مقدار سے زائد کھالی جائیں تو پھر نقصان دہ اور کبھی کبھار جان لیوا بھی بن جاتی ہیں۔

اسی طرح خارج جسم یعنی انسان کے جسم سے باہر مگر جسم سے لگ کر استعمال کرنے والی چیزیں مثلا کپڑا، رومال، وغیرہ خارج جسم استعمال کی ہیں۔مگر جسم سے چسپاں ہو کر مستعمل ہو کر انسان کے لئے نفع بخش ہیں۔یہ بھی مقدار کے اندر ہیں مفید ہیں۔مقدار سے باہر نقصان دہ اور غیر محبوب ہیں۔مثلا ٹیلر مناسب سائز میں کپڑا سلے گا تو وہ کپڑا قابل استعمال اور مفید ہوگا۔اگر سائز کے خلاف سلے گا تو غیر محبوب اور ناپسندیدہ اور نقصان دہ ہو جائے گا۔

اسی طرح کچھ چیزیں بدن سے مناسب پوائنٹ کی دوری پر انسان کو فائدہ پہنچا سکتی ہیں۔جیسے '' تمام زہریلے جانور، سانپ، بچھو، کیڑے مکوڑے اور حرام جانور (سور) وغیرہ کہ یہ انسانی عمل سے نکلے وائرسس اور تعفن و گندگیوں کو خوراک کے طور پر اپنے جسم و پیٹ کے اندر میگنیٹ اور کھینچ کر ہوا اور فضاء کو قابل صحت بناتی ہیں۔

پس یہ حقیقت ہے کہ'' دنیا کی ہر چیز اپنے اندر نفع اور نقصان دونوں صفات لئے ہوئی ہیں۔اللہ تعالی نے چیزوں کو ان کے صفات '' نفع اور نقصان'' دونوں کی انسان ہی کو نفع پہنچانے کے لئے تخلیق کی ہیں۔جن کے صحیح اور اصلی اصول و قانون یہی یکساں سول کوڈ فطری قانونی کتاب

’’قرآن مجید‘‘ سے ہی حاصل ہوگا‘‘۔

کیوں کہ چیز کا بنانے والا ہی اس چیز کے قیام و بقا اور بوقت ضرورت کسی سبب سے اس کی ’’سیٹنگ وُ فٹنگ اور ترتیب بناوٹ‘‘ کے منظّم و مرتب فنکشن کے ’’اَن سیٹنگ موڈ‘‘ میں جا کر بگڑ جانے کے بعد اس کی ریپیری اور اصلاح و درستگی کے اصول و طریقے کو بتا سکتا ہے۔

چونکہ اس کائنات اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کو اللہ تعالی نے تخلیق کی ہیں۔ اس لئے ان کے تمام صفات و کیفیات، ترتیب، سیٹنگ، فیٹنگ اور خرابی یعنی ان سیٹنگ موڈ کی اصلاح کے اصول و ضوابط کو بھی وہی اللہ بتا سکتا ہے۔ انسان کی محدود جیبی کی میموری اس سے قاصر و مجبور ہے۔

پس دنیا کی چیزوں اور مخلوقات میں سے انسان بھی ایک اہم بلکہ اشرف المخلوقات ہے۔ اسے اپنی بناوٹی فنکشن و ترتیب اور سیٹنگ و فیٹنگ موڈ کو اپنی فطری حالت پر درست اور پرسکون رہنے کی خاطر پہلے اپنا فائدہ دیکھنا اور سوچنا چاہئے اور اسے اپنا فائدہ سوائے اس کے اصلی خالق کے بتلائے ہوئے یکساں سول کوڈ ’’قرآن مجید‘‘ کے اور کسی کتاب سے حاصل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہی حقیقت ہے کہ انسان کو اس دنیا اور اس کے اندر کی تمام چیزوں کے نفع و نقصان دونوں صفات سے فوائد و سکون محض ’’قرآن مجید‘‘ سے ہی اسے حاصل ہوگا۔ اس لئے اسے اپنی زندگی کے ہر عمل میں اپنے بدن کے تمامی اعضاء یعنی پارٹس میں انسٹال کر کے اپنی زندگی کی چلن کا ریموٹ کنٹرول ’’قرآن مجید‘‘ ہی کو بنانا ضروری ہے۔

اس قانونی نظام کو اگر آپ سمجھ گئے ہیں تو فجر کی نماز کے لئے خصوصی طور پر اور ہر نماز کیلئے عمومی طور پر دعوت دینے کا جو ایک خاص عمل اور کام ہے۔ اس عمل کی بھی ایک حقیقت ہے۔ اس حقیقت کو بھی قرآن مجید سے ہی معلوم کرنا فرض ہے۔

قانون: فجر کی نماز کے لئے جگانے کے مسئلہ کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک اہم قانون الٰہی قرآنی یہ بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ جن و انس کے ہر ہر گوشے میں ان کے ہر ہر عمل اور قول کے لئے اللہ تعالی نے اپنے خاص کلام قرآن مجید اور اپنے آخری رسول حضرت محمد ﷺ کے ذریعے جو خاص طریقہ خاص اوقات میں جو خاص الفاظ و کلمات، جاری یعنی انسٹال کر دی ہیں۔ ان میں اپنا خاص طریقہ گھسیڑنا اور داخل کرنا اوپر انسٹالنگ والے قانون کی دلیل سے عقلا اور اللہ تعالی کے حکم ’’اَطِیعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیعُوا الرَّسولَ وَاُولِی الاَمْرِ مِنْکُم‘‘ دونوں ہی قانون کی روشنی میں ’’بدعت و ضلالت‘‘ اور من مانی ہے۔ اس طرح سے اللہ کے حکم میں من مانی کرنا ناجائز عمل ہے۔ ناجائز عمل کا

مطلب عمل کے قدرتی نظام وترتیب اور سیٹنگ موڈ کو اَن سیٹنگ موڈ میں لا کر نقصان اٹھانا اور دوسروں کو بھی نقصان پہنچانے کا آٹو میٹک عمل ہے۔

مثال : جیسے سلام کرنے کے تعلق سے ایک عام بات یہ ہوگئی ہے کہ بجائے سلام کرنے کے لوگ ''خدا حافظ'' کہتے ہیں۔ اگر چہ ''خدا حافظ'' کا معنی ''اللہ اپنی حفاظت وامان میں رکھے'' خوب ہے۔ مگر ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے ملنے اور جدا ہونے کے خاص وقت میں شریعت یعنی اللہ کا حکم رسول اللہ ﷺ نے جب مخصوص الفاظ ''السلام علیکم'' خاص متعین اور انسٹال کر دی ہیں تو اب اس خاص کلام رسول وشریعت کو چھوڑ کر ''خدا حافظ'' کہنا اگر چہ اس کا معنی اچھا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ اس سے ملاقات اور جدا ہونے کے وقت کے خاص حکم الٰہی اور سنت رسول ﷺ ادا نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے قانون الٰہی کی روشنی میں خاص ''السلام علیکم'' کے کلام اور سٹینس کو چھوڑ کر ''خدا حافظ'' کہنے میں حکم الٰہی ''اَطِیعُو اللّٰهَ وَ اَطِیعُو الرَّسولَ وَاُولِی الاَمرِ مِنکُم'' کی مخالفت اور اسے رد کر کے عنداللہ مبغوض اور بدعتی عمل ہے۔ اس لئے ملاقات کرنے اور جدا ہونے کے خاص وقت میں خاص ''السلام علیکم'' کہنا اور اس کے جواب میں ''وعلیکم السلام'' کہنا ہی فرض ہے۔ ان دونوں جملوں کو چھوڑ کر من موجی قابل پسند جملوں کا استعمال کرنا اور ان کا رائج کرنا خلاف شریعت اور ناجائز عمل ہے۔! ہاں سلام اور اس کے خاص جوابی کلمات کے بعد ''خدا حافظ'' ہزار بار کہیں تو بھی کوئی حرج نہیں۔ مگر اس کو بھی لازم نہ سمجھیں۔ ورنہ پھر بوجہ لزوم، بدعت کے فولڈر میں یہ صورت بھی داخل ہو جائے گی۔

اذان کی مشروعیت: ٹھیک اسی طرح رسول اللہ ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔ جہاں کثرت افراد کی وجہ سے باجماعت نماز کی ادائیگی کے لئے مسجد میں لوگوں کو بلانے اور فجر کی نماز میں جگانے کے لئے ایک مخصوص طریقہ کو خاص کرنا ضروری محسوس ہوا۔ اس معاملے میں حضور ﷺ اور صحابہ کرام متفکر ہوئے۔ چنانچہ اس معاملے میں جو رائے مشورہ ہوا۔ جس کے سبب اذان مروجہ جاری ہوا۔ اس تعلق سے پہلے حدیث جان لینا نہایت ضروری ہے۔ دیکھئے! حدیث نبوی ﷺ ہے۔

حدیث اذان : عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنهُ قَالَ ذَکَرُوا النَّارَ وَالنَّا قُوسَ فَذَکَرُوا الیَهُودَ وَالنَّصَارٰی فَأُمِرَ بِلَالٌ اَنْ یَّشْفَعَ الاَذَانَ وَ اَنْ یُّوتِرَ الاِقَامَةَ ہ (بخاری رج ۱رص:۸۵)۔

ترجمہ : حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے (جماعت سے مسجد میں بروقت نماز ادا کرنے کے لئے حاضر ہونے کے تعلق سے مشورہ کے دوران) آگ اور ناقوس کا ذکر کیا تو کچھ

لوگوں نے یہود ونصاری کا ذکر اٹھایا (لیکن آپ ﷺ نے ان دونوں مشوروں کو ناپسند فرمایا اور) کہا کہ ان دونوں صورتوں میں غیر مسلموں کی مشابہت لازم آئے گی)۔ بالآخر حضرت بلالؓ کو حکم ہوا کہ وہ اذان کے کلمات جفت (ڈبل) کہیں اور اقامت میں ایتار یعنی ایک ایک بار کہیں۔

شرح حدیث: یہ حدیث اور اسی کی مثل دیگر احادیث کی وضاحت یوں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ میں ضرورت محسوس ہوئی کہ ایسا کوئی خاص طریقہ ہونا چاہئے کہ جس سے نماز باجماعت کے وقت وقیام کی اطلاع دی جا سکے۔

چنانچہ بعض لوگوں نے حدیث مذکور میں ناقوس یعنی سنکھ بجانے کا مشورہ دیا۔ کسی نے آگ روشن کرنے کا مشورہ دیا۔ ایک دوسری حدیث میں ہے کہ کسی نے ڈھول بجانے کا مشورہ دیا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ کسی نے مشورہ دیا کہ جھنڈا نصب کر دیا جائے تا کہ لوگ دیکھ کر سمجھ جائیں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے اور مسجد کی طرف آنے لگیں۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے ان چاروں طریقوں کو بالترتیب یہود ونصاری، مجوسیوں اور رومیوں کے طریق کار کی مشابہت کے باعث ناپسند فرمایا۔

کیوں کہ آپ ﷺ نے ''خَالِفُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارٰى'' بھی حدیث بیان فرمائی ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ ''یہودیوں اور نصاری کے طریق کار کی مخالفت کرو''۔ وجہ مخالفت من موجی اور انسانی کم اور محدود میموری کے سبب قانون وطریق کار میں بار بار تبدیلی ہے۔ جبکہ اسلام دین کا قانون منجانب اللہ لاثانی، غیر محدود اور دائمی ہے۔ اس قانون کے مطابق آپ ﷺ نے صحابۂ کرام کے دیئے گئے مشوروں کو رد کر دی۔ بات کسی ایک مشورہ پر بھی متعین اور فائنل نہ ہو سکی۔ غرض جتنے دماغ اتنی باتیں اور مشورے آ رہے تھے۔ مجلس برخاست ہو گئی۔ حضور ﷺ اور صحابۂ کرام فکر مند ہو کر چلے گئے۔

عبد اللہ بن زیدؓ کا خواب: ابن سعد کی طبقات کبری رج ۸رص: ۴۲ر پر ایک اور حدیث میں ہے کہ ان فکر مند صحابہؓ میں سے ایک صحابی عبداللہ بن زید بن عبد ربہؓ الانصاری بھی تھے۔ آپؓ بھی اذان کے تعلق سے سوچتے سوچتے ایک رات گذاری۔ خواب دیکھا کہ ایک فرشتہ آ کر انہیں اذان اور اقامت کا طریقہ سکھایا۔ صبح صبح فجر بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے حضور ﷺ سے خواب بیان فرمایا۔

ادھر حضرت جبرئیل امینؑ بھی اسی خواب کے عین مطابق وحی لے کر تشریف لے آئے تھے۔ جس سے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب کی مطابقت ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس کے بعد کہا اٹھو!

اور حضرت بلالؓ کے ساتھ لے کر اذان دو۔ بلالؓ تمہارے بتائے ہوئے کلمات کو زور زور سے کہتے رہیں۔ کیوں کہ بلالؓ کی آواز تمہاری آواز سے بلند ہے۔

اس کے بعد لوگوں کو مخصوص عبادت ''نماز'' کے بلانے کے لئے ''یہی اذان'' کو ان کے خاص الہامی جملوں (سنٹینس) کے ساتھ جاری کر دیا گیا۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ نماز کے لئے بلانے کا جو کام تھا۔ جس کے لئے حضرات صحابہؓ نے جو مختلف رائے دیں۔ وہ رائے غیر قوم کی مشابہت کی وجہ سے حضورﷺ نے پسند نہیں فرمائی۔ اسی طرح حضرات صحابہؓ سے حضورﷺ نے مشورہ تو لیا۔ لیکن از خود کوئی رائے پیش نہیں کی۔ جبکہ آپﷺ کو اگر من موجی ہی کوئی طریقہ جاری کرنا ہوتا تو صحابۂ کرام نے جو اپنی اپنی رائے دی تھیں۔ ان میں سے کسی ایک کو آپﷺ پسند فرما کر اس طریقہ کو جاری فرما دیتے۔

اسی طرح خود رسول اللہﷺ بھی کوئی اپنی رائے دے سکتے تھے اور آپﷺ تو بخشے بخشائے اپنے رب کے حبیب اور قریب تھے۔ آپﷺ کی رائے با صواب کو اللہ رد بھی نہیں کرتے! مگر ایسا آپﷺ نے نہیں کیا۔ بلکہ آپﷺ نے صحابۂ کرام سے مشوہ کیا اور صحابۂ کرامؓ کے جب غیر مذاہب اور غیر مقامات کے کلچر سے متعلق مشورے ''سنکھ بجانے، آگ جلانے، جھنڈے لگانے ڈھول بجانے'' وغیرہ آئے تو آپﷺ نے ان سارے طریقوں اور مشوروں کو رد کر دی۔ نا ہی آپﷺ نے اپنی مرضی سے بھی کوئی خاص طریقہ جاری نہیں کی۔ کیوں کہ اس سے ایک تو انسانی رائے کا اجراء ہو جاتا! دوسرے یہ کہ جتنے مشورے آئے تھے۔ سب کے سب کسی نہ کسی نہ کسی مذہب کا انشل اور طریقۂ کار تھے۔ اس لئے آپﷺ نے پسند نہیں فرمایا۔ کیوں کہ ''اسلام دین'' کسی انسان کی رائے اور ذہنیت و خیال پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ قدرت کے حکم تخلیق کے مطابق قواعد و اصول کی انسٹالنگ کے موافق ہے۔ اسی قاعدہ کے مطابق آپﷺ اپنے رب کی مرضی اور وحی و حکم کا انتظار فرمایا۔

آج کل لوگ قدرت کے اس قاعدہ سے جاہل ہو کر اپنے مفاد و مقاصد اور خیالی ترکیب و پلاننگ کیلئے امریکہ، برطانیہ، روس اور مکہ و مدینہ کے کلچر، تہذیب و جدید من موجی طریقۂ کار کو دلیل بنا کر اللہ کے مخصوص و مرتب شدہ قانون میں تبدیلی کرنے اور من موجی طریقہ رائج کرنے کی کوشس کرتے ہیں۔

میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ لوگ اسلام دشمنی میں ایسا کرتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ بہت سارے لوگ اسلامی تعلیمات کی اشاعت کرنے کے جذبہ سے ہی کرتے ہیں۔ بے شک تعلیمات

اسلامیہ کی اشاعت کرنے کے فریضہ کی ادائیگی اور دین اسلام کی بقاء کے لئے جذبہ سے کام کرنا ایک فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ قابل تحسین کام ہے۔مگر جذبۂ اسلام کے تحت کام کرنے والے ایسے دوستوں کے لئے یہ بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کے قانون کی اہمیت وحیثیت کو سمجھیں۔اسی طرح اپنے ہر عمل اور نظریے کو پیچھے فطرت کے قانون کے دشمنوں کی چالوں کی طرف نظر شدید رکھتے ہوئے اسی قرآن مقدس اوراس کی شرح احادیث نبویہ ﷺ سے معلوم کر کے قائم کریں۔

اسی صورت حال میں اسلامی اور فطری قانون کے دشمنان اور ثالثی رول ادا کر کے فطری قانون ''یکساں سول کوڈ یعنی قرآن مقدس'' کے عین مطابق انسٹال شدہ قوانین سے ہٹا کر اپنا اور سامنے والوں کو نقصان پہنچانے والے شیاطین سے حفاظت اور نارمل پوائنٹ پر قیام رہے گا۔

شریعت میں مداخلت حرام ہے : اسی طرح مفتیان کرام بھی ایسے دینی جذبہ رکھنے والے احباب کے نظریے اور تحریک کی فی الفور ''ہاں۔صحیح ہے۔کوئی حرج نہیں'' جملوں سے جواز کا فتوی دے کر بعد میں مسائل کھڑے ہونے کے بعد تحقیق کرنے نہ بیٹھیں۔ بلکہ ہر سائل و طالب رائے کو فتاوی اور کتاب وسنت کی کتابوں سے مطالعہ کر کے اسی طرح کئی با سند وصاحب النظر مفتیان کرام سے مشورہ لے کر فتوی جاری کریں۔تا کہ صحیح حکم الہی سائل و دینی جذبہ رکھنے والوں کو معلوم ہو اور پھر اس کے لئے کوئی مسئلہ پیدا نہ ہو۔

یہ حکمت خود اذان کے مسئلہ میں رائے زنی اور مشورہ کے دوران کے حالات سے ہی معلوم ہو جاتی ہے۔ذرا سا غور کرنے ہی سے پتہ چل جاتا ہے کہ حدیثِ اذان میں جو آپ ﷺ نے صحابۂ کرام سے رائے لی تھی اور اپنی رائے پیش نہیں کی تھی۔اس کی وجہ یہی تھی کہ ''شریعت مطہرہ'' رسول اللہ ﷺ کا خود ساختہ نہیں ہے۔ بلکہ اللہ کی طرف سے فطرت کے عین مطابق عطا کیا ہوا دائمی اور یکساں سول کوڈ دستور ہے۔جس کے آپ ﷺ محض اللہ کے بندوں تک قولی و فعلی (پریکٹیکلی طور پر) پہنچانے اور تبلیغ کرنے اور حکم الہی کی اطاعت اور اللہ کے قوانین کے عین مطابق چلنے اور امت کو چلانے کے لئے ترغیب دینے اور سکھانے کے ذمہ دار تھے۔اسی لئے آپ ﷺ نے اذان کے تعلق سے اپنی رائے پیش نہیں فرمائی۔کیوں کہ شریعت میں اپنی رائے کو پیش کرنا،اس میں مداخلت کرنا اور قدرت کی انسٹالنگ قوانین میں انگلی کر کے اسے اَن سیٹنگ موڈ میں لے جا کر نقصان دہ بنانا تھا جو کہ حرام تھا۔

اب آپ خود سوچئے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے نماز کو بلانے کے لئے ایک طریقہ رائج کرنے میں جلد بازی نہیں کی۔ بلکہ اللہ کے حکم کا انتظار کیا۔جبکہ اصحاب نبی ﷺ نے روم مصر وشام اور اس

وقت کے سوپر پاور مذاہب ومملکت میں عبادات کے لئے جمع کرنے کی جو صورتیں رائج تھیں۔ ان کو پیش فرمایا۔لیکن آپ ﷺ نے کسی مخصوص مقام اور مخصوص عبادت کرنے والوں کی عبادات کے خاص طریقہ کار کو دلیل بنا کسی رائے کو جاری نہیں کی۔ بلکہ اللہ کے حکم اور رائے یعنی وحی کا انتظار فرمایا۔

من موجی کی اجازت رسولؑ کو بھی نہیں تھی۔: آخر رسول اللہ ﷺ نے وحی کا انتظار کیوں فرمایا اور اپنے اصحابؓ کی رایوں کو رد کیوں فرمادی؟ محض اسی لئے نا کہ انسان کو کسی بھی عمل وقول میں اللہ کے ریموٹ کے مطابق ہی حرکت کرنی ہے۔اس میں یہ کاروں اور فضائی کیمرہ کے فضاء میں حرکت کرنے میں ریموٹ کنٹرول کی طرح مجبور محض ہے۔اسی وجہ سے آپ ﷺ سے ایک بار ایک حلال چیز ''شہد'' کو من موجی طور پر اپنے اوپر قسم کھا کر حرام کر لینے کا عمل صادر ہو گیا تو خود اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو تنبیہ فرمائی۔

واقعہ یوں ہے کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ عصر کے بعد اپنی ازواج مطہرات کے پاس تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے تشریف لے جاتے۔معمول کے مطابق ایک بار حضرت زینبؓ کے گھر تشریف لے گئے۔انہوں نے آپ کو شہد پیش کی۔آپ ﷺ نے پی لیا۔اس کے بعد حضرت عائشہؓ پھر حضرت حفصہؓ کے پاس یکے بعد دیگرے تشریف لے گئے۔ان دونوں نے اتفاق سے پوچھ دی کہ کیا آپ ﷺ نے مغافیر (ایک بو والا گھاس) کھائی ہے۔جس کے سبب منہ میں سے بد بو آ رہی ہے؟ آپ ﷺ نے نفی میں جواب دیا۔لیکن آپ کو شبہ ہو گیا کہ شاید شہد کو اس مکھی نے چوسا ہو۔جس نے مغافیر چوس رکھی ہو۔اس لئے آپ ﷺ نے اسی وقت قسم کھالی کہ آئندہ شہد کھاؤں گا ہی نہیں! اس طرح آپ ﷺ نے اپنے اوپر شہد کو حرام کر لیا تھا۔تب اللہ تعالی نے سخت وعید و تنبیہ فرمائی۔جس کا تذکرہ قرآن مجید کے سورۂ تحریم کی ابتدائی آیت '' یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمَ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ج تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِکَ ط وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ o قَدۡ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمۡ تَحِلَّۃَ اَیۡمَانِکُمۡ ج وَاللّٰہُ مَوۡلٰکُمۡ ج وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ o کہ اے نبی ﷺ جو چیز اللہ تعالی نے تمہارے لئے حلال کی ہے۔تم اپنی مرضی سے اپنی بیویوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اسے کیوں حرام کرتے ہو؟ (اس لئے اس حرمت والی قسم کو ختم کرو۔اللہ معاف کرنے والا ہے۔وہ غفور الرحیم ہے) اللہ تعالی نے تمہاری قسموں سے نکلنے کے لئے طریقہ مقرر کر دی ہیں۔(اس طریقہ کو اختیار کر لو اور اللہ تعالی ہی تو تمہارا اصلی کارساز ہے اور وہی ہے جس کا علم بھی کامل ہے اور حکمت بھی کامل ہے۔

اس واقعۂ شہد سے صاف معلوم ہوا کہ شریعت میں خود حضور ﷺ کو بھی کسی بھی گوشے سے اپنی رائے کو پیش کرنے اور مداخلت ورائے زنی کرنے کی اجازت قطعاً نہیں تھی۔ آپ ﷺ بس اللہ تعالی کے پیغام وفرامین اور احکامات وحقائق کو بندوں تک پہنچانے کے لئے پیغمبر اور ذمہ دار تھے۔ یہی وجہ تھی کہ حضور ﷺ نے کسی غیر قوم اور من مانی رسم ورواج کے عقائد وامثال اور طریقۂ کار کے اجراء کے لئے صحابۂ کرامؓ کی طرف سے رائے آنے پر اس کو رد کر دی اور اپنے رب کی طرف سے حکم کا انتظار کیا اور صحابۂ کرامؓ کو تعلیم واصلاح فرمائی کہ ایسے لوگ جو اللہ کے دین ''اسلام'' کے قانون وطریقۂ کار کو چھوڑ کر کسی غیر مذہب اور کسی خاص مقام اور مشہور مقامات کی نقل اتارتے ہوئے اسی طریقہ کو اپنے دیش اور اپنے ماحول میں رائج کرتے ہیں۔ وہ انہی بدعقیدے لوگوں کی جماعت میں سے ہوں گے۔ یعنی قدرت کے قوانین وسیٹنگ کو ''ان سیٹنگ موڈ'' کر کے نقصان اٹھانے والی جماعت میں آٹو میٹک طور پر شامل ہوں گے۔ پس کافر، مشرک کوئی کسی کو بناتا نہیں ہے۔ کوئی کسی کو اسلام دین سے نکالتا نہیں ہے۔ بلکہ قدرت کے قوانین کی مخالفت کر کے بدنصیب اور قدرت کے فطری وآٹو میٹک دائمی انسٹال شدہ قوانین میں اپنی کم علمی، کم مائیگی اور محدود میموری پر تکبر وبھروسہ کر کے خود بنتا ہے۔

خاص مقام و کلچر دلیل نہیں: اس لئے مکہ، مدینہ، مصر، روم، انگلینڈ وبرطانیہ وغیرہ کا انسانی طریقۂ کار، چلن، رواج دینی معاملات میں اور خاص طور سے ان تھیوریوں اور قوانین کو اللہ تعالی نے اپنے خاص الفاظ وطریقے کے مطابق جو دفعہ وقانون جاری کر دی ہیں۔ ان کو چھوڑ کر جاری کرنا خواہ کتنی ہی مفید اور بہتر کیوں نہ ہو۔ اطاعت الٰہی کے دفعہ سے حرام ہے۔ ایسا کرنے والوں کے لئے حضور ﷺ نے نتیجہ بتلا دی ہیں۔ دیکھئے۔ اس تعلق سے حضور ﷺ کی ابن حبان وابوداؤد حدیث کی کتاب میں صاف صاف حدیث موجود ہے۔

حدیث تشبہ: عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہُ قَالَ۔ قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ ﷺ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَومٍ فَھُوَ مِنھُمْ "۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ'' جس نے غیر قوم کی مشابہت اور طرز وطریقہ اختیار کی۔ وہ دراصل اسی جماعت میں سے ہے۔ یعنی اس کا حشر اسی من موجی طریقہ رائج کرنے والوں کے ساتھ قیامت میں ہوگا)۔

اسی لئے آپ ﷺ نے اذان کے تعلق سے آنے والی رائے 'آگ روشن کرنے، ڈھول بجانے، ناقوس یعنی سنکھ بجانے اور جھنڈا گاڑنے'' چاروں طریقوں کو رد کر دی۔ کیوں کہ یہ سب طریقے غیر قوموں کے اندر رائج تھیں اور حدیث میں حضور کو تاکید کی گئی ہے کہ غیر قوموں کا طریقۂ کار

الہامی نہیں۔ بلکہ من موجی ہے۔

اس لئے کسی خاص جگہ، مقام اور وہاں کی تہذیب و کلچر شریعت اسلامیہ میں کوئی دلیل نہیں ہے کہ یہ سوال کیا جائے کہ مکہ تو اسلامی جگہ ہے تو یہاں کیوں نہیں۔ فلاں معتبر جگہ تو یہ چیز رائج ہے تو یہاں کیوں نہیں؟ یہ کیوں نہیں؟ وہ کیوں نہیں؟ اور اگر اس سوال کو مان کر جواب دیا جائے تو اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ پھر تو آج کل سعودی میں فلمی دنیا بھی رائج ہوگئی ہے۔ ناچ گانے شروع کر دیئے گئے ہیں تو کیا مکہ اور مدینہ ہمارا مرکزی مقام ہے۔ اس لئے وہاں کے ہر کلچر کو ایکسپٹ کرنے کی دلیل سے دنیا کے ہر گوشوں کے مسلمانوں کے لئے فلمی دنیا میں جواز کا فتویٰ جاری کر دی جائے؟۔

جبکہ اس صورت میں ''دین اسلام'' کو از خود ختم کرنا، مٹانا اور یہودی وصیہونی شیطانی طاقت کو ایکسپٹ کرنا ہو جائے گا اور ایسا ہرگز ممکن نہیں۔ اس لئے کہ یہ اللہ سے بغاوت ہے اور جو شخص قدرت کے قانون سے بغاوت کرتا ہے۔ وہ قدرت کی اصلاحی پہلو کی سیٹنگ کے اندر اندر تو بغاوت کر سکتا ہے۔ مگر سیٹنگ فٹنگ کی آخری حد کے بعد آٹو میٹک طور پر وہ نقصان کی کھائی اور قعر مذلت میں گر کر ہلاک و برباد ہو جائے گا۔ دنیا کی تاریخ میں بہت سارے ایسے قوم ثمود، قوم عاد، قوم لوط، ہڑپہ تہذیب سندھ کی قدیم بستی وغیرہ کے واقعات موجود ہیں۔

اسلامی دلائل چار ہیں: اس لئے کسی خاص جگہ، مقام اور وہاں کی تہذیب و کلچر شریعت اسلامیہ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ بلکہ اسلامی دلائل صرف چار ہیں۔ اول: مرکزی دلیل یکساں سول کوڈ ''قرآن مجید''۔ دوسری: احادیث نبویﷺ۔ تیسری دلیل: صحابہ کرامؓ کا عمل اور ان تینوں کی غیر موجودگی میں مذکورہ تینوں دلائل میں سے کسی نہ کسی دلیل کے اشارہ اور لنک سے چوتھی دلیل ''قیاس'' ہے۔ ان چاروں دلائل کے ☐وہ کسی خاص مقام کا کلچر اور تہذیب و مرکزیت کی کچھ اہمیت و حیثیت نہیں ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ اوپر کی وضاحت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ''دین اسلام'' کا قانون الہامی اور الٰہی طور پر انسٹال شدہ ریموٹ کی طرح ہے۔ من موجی نہیں۔ اس لئے جب تک ''قرآن، حدیث، صحابہؓ کے عمل اور قیاس'' چاروں دلائل یا ان میں سے کسی ایک دلیل اور ریموٹ سیٹنگ سے پیش آمدہ معاملہ و مسائل ثابت نہیں ہو جاتے ہیں۔ ان کو قابل عمل درجہ دے کر زندگی میں بوجہ نقصان ہونے کے ہرگز انسٹال نہیں کیا جائے گا۔ اگر کوئی زبردستی انسٹال و اجراء کرنے کی کوشس کرتا بھی ہے تو اس کا انسٹالنگ عمل ''ایرر'' دیکھائے گا اور فضول عمل ہوگا۔

اگرکوئی اس بات کونہیں مانتا ہےتو پھرسورج کوگرین روشنی کردے۔ہوا کومتشکل کردے۔زمین اور دیگر مخلوق کائنات کی حقیقتوں کی شکلوں اور ان کے صفات اصلیہ کو بدل دے۔اس نئ اور سائنسی دنیا میں ونڈوز انسٹال شدہ کمپیوٹر کوانسٹال شدہ ونڈوز کو''ریموو''یعنی ختم کئے بغیر انسٹال کرکے دیکھادے۔ہرگزنہیں۔یہ ناممکنات مجبوری میں سے ہیں۔

پس جب اس میں مجبوری حائل ہےتو قرآن مجیداوراس کی روشنی میں چار دلائل میں بھی یہی مجبوری ہے کہ یہ انسانی کلام نہیں۔بلکہ ربانی کلام مرتب ومُنَزَّل ہے۔اس میں قانونا خرد برداوران سیٹنگ موڈ میں لانے کی طاقت کسی کونہیں۔جواس میں من موجی انگلی کرے گا اور جوکوئی شیطانی کرتا ہےتو خودرب کائنات کا انسٹال شدہ قانون ہی اس کواپنے فولڈر سے باہر کردیتا ہے۔

جیسے''آگ''کے بارے میں سب لوگ جانتے ہیں کہ قدرت کا قانون''جلانے کی صفت''اس میں انسٹال ہے۔اس کے جلانے کی صفت خاصہ کوکوئی بلا واسطہ الگ نہیں کرسکتا ہے۔پھر بھی اگر کوئی اس میں من مانی کرتا ہےتو یقینی ہے کہ وہ خود بھی جلے گا اور جو جواس کے چکر میں پھنسیں گے سب کے سب جلیں گے۔اسی طرح سمندر میں من مانی کرنے والا خود ڈوبتا اور مرتا ہے۔اسی طرح دیگر منجانب اللہ سیٹنگ وفیٹنگ چیزوں میں منموجی انگلی کرنے سے قدرت کی سیٹنگ شدہ شی ان سیٹنگ موڈ میں چلی جائے گی۔جس سے نقصان لازم ہوتا ہے۔

اسی طرح قرآن وشریعت الہیہ میں من مانی کرنے والا خود رب کے حکم سے اسلام سے الگ ہوکر''کافر''کے فولڈر میں تکلیف اٹھانے کے لئے پہنچ جاتا ہے۔یہ آٹومیٹک سسٹم سیٹنگ ہے۔ اس میں انسانی عقل ودماغ کا کچھ دخل نہیں۔

اس لئے مکہ مدینہ برطانیہ کا کلچر وطریقہ کوئی اسلام میں دلیل نہیں۔''اسلام دین''میں دلائل صرف اورصرف''قرآن مقدس''اس کی شرح''احادیث نبویہ ﷺ''اس کی شرح''صحابۂ کرام ؓ کا قول وعمل''اوراس کی شرح''ائمہ کرام ؒ میں سے کسی کی تقلید وتابعداری''بس یہی چار ہیں۔ماننے والے فائدے میں ہیں۔نہ ماننے والے مسلک و مذہب بدل لینے والے خود گھاٹے اور خود کو تکلیف میں ہیں۔انسان خودمختار ہے۔اس لئے اپنے عمل پر''مَن اَسآءَ فَعلَیھا''دفع قرآنی کے تحت نفع ونقصان اورگھاٹے کا انسان خود ذمہ دار ہے۔

شی کسی خاص مقام کے لئے تخلیق ہے :اسی گھاٹے اور تکلیف کے پیش نظر ''الدِّینُ اَلنَّصِیحَۃُ''دفع قرآنی کے تحت آپ ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام کی کسی کلچر،طریق اور انسانی رائے میں سے چاروں طریقوں کا انکار کرکے اپنے رب کے وحی کا انتظار کیا۔لیکن واضح

ہو کہ ان چاروں طریقوں کے انکار کرنے اور رد کر دینے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ''ڈھول، آگ، جھنڈا اور ناقوس'' کی عین ذات اور شی ہی غلط ہیں۔ انہیں دنیا سے ہی نکال باہر کر کے ان کے وجود ہی کو مٹا دینی چاہیئے۔ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ مطلب اور قانون یہ ہے کہ ان چیزوں کا اللہ کے حکم کے خلاف استعمال کرنا غلط ہے۔ اسی قانون کے تحت مفید اشیاء بھی قانون سے ہٹ کر مستعمل ہونے کی صورت میں آگ کی طرح نقصان دہ ہیں۔

یہی مسئلہ دنیا کی ہر چیز کے استعمال کے تعلق سے ہے۔ پس دنیا کی کوئی چیز بے کار نہیں۔ بلکہ چیز کے مقام استعمال اور اس مقام میں حکم الٰہی کو دیکھنا فرض ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تاکیدی دفعہ بھی ''مَا اٰتٰكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا'' بیان فرمادی ہیں۔ جس کا خاص مطلب یہی ہے کہ ''جس مقام میں جس چیز کو جس مقصد و مراد کے لئے جس قدر اور جس پوائنٹ کی حد تک اللہ نے استعمال کرنے کے لئے حکم دی ہیں۔ ان چیزوں کا انہی مقاصد کے لئے انہیں متعینہ مقدار و پوائنٹ کی حد خاص تک ہی استعمال کرنا اس چیز کے لئے قانون شریعت متعین ہے۔ اسی متعینہ صورت میں نفع ہے۔ بصورت دیگر مفید اور حلال اشیاء بھی حرام ہیں۔ اس کے برخلاف حرام اشیاء بھی حلال ہیں۔ جن کی جانکاری اصول الٰہی کے ماہرین علمائے کرام کے پاس ہوتی ہے۔

قانون: ماہرین شریعت حضرات حالات کے پیش نظر حکم لگتا ہے ''قانون'' الٰہی کے تحت سائل کے سوالات کے جوابات محض اسلامی چار دلائل سے دیکھ کر بتلا دینے کے مالک ہوتے ہیں۔ ان میں بدلنے کا حق نہیں رکھتے ہیں۔ پس ایک ہی چیز ایک شخص کے لئے مفید اور دوسرے شخص کے لئے مضر و نقصان دہ ہوسکتی ہے۔ اسی لئے ماہرین شی سے لنک رکھا جاتا ہے اور فتوی دریافت کیا جاتا ہے کہ پیش آمدہ صورت میں شریعت کا حکم بتلا دیں اور بس!

اسی لئے ماہرین شریعت یعنی مستند علمائے کرام اور مفتیان عظام سے اللہ تعالیٰ نے قوانین شریعت سے ناواقف لوگوں کو اپنے کلام و دفعہ'' فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ'' کے ذریعے تنبیہ کر دی کہ ''تم اگر اپنے اعمال و اقوال میں شریعت کے قوانین کو نہیں جانتے ہو تو پہلے اہل ذکر یعنی ماہرین شریعت علمائے کرام سے پوچھ لیا کرو''۔

منہ موچ کے صرف عمل کرنا ہے: اس قانون سے یہ واضح ہو گیا کہ مفتی یعنی مسئلہ بتانے والا بھی محتاج ہے اور مسئلہ پوچھنے والا بھی محتاج ہے۔ پس سائل اگر ناواقف ہے تو اسے مفتی اور عالم دین اور مستند ماہرین شریعت کا مکمل تابعدار اور قدرداں ہونا فرض ہے۔ ان کے

سامنے بالکل منہ کھولنا ہی حرام ہے۔اس کا کام صرف ماہرین شریعت سے سوال کر کے مسئلہ دریافت کر لینا ہے۔شریعت کے دلائل سے جو صورت مسئلہ ماہرین شریعت بتلا دیں ۔بس منہ موچ کے اس پر عمل کرتے رہنا ہے۔اسی طرح مفتی کا بھی کام ہے کہ وہ بس شریعت کے دلائل سے سائل کے مسئلہ کی حالت وپس منظر کی روشنی میں بس مسئلہ کھوج اور تلاش کر کے دکھا دیں۔اس کام کے علاوہ اس کا قانون شریعت میں کچھ دخل دینا حرام ہے۔

اس طرح جب مفتی اور ماہرین شریعت اور سائل دونوں اپنی اپنی پٹری کے قوانین پر چلتے رہیں گے اور ماہرین شریعت سے اس طرح معلومات حاصل کر لی جائے گی تو چیز کی حقیقت اور اس کے صفات اور ان صفات سے فوائد حاصل کرنے کے پس منظر اور حالات کے پیش نظر ہر صورت معلوم ہو جائے گی۔جس سے یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ قدرت کی بنائی ہوئی ہر شی اپنی فطرت اور فولڈر میں درست ہیں۔عین ذات اور چیز غلط نہیں۔بلکہ غلط اس چیز کا غیر قانونی طور پر استعمال کرنا ہے۔

اسی طرح کسی خاص جماعت کا برائے پہچان ایک ''نشان اور انشل'' ہوتا ہے۔جیسے ہر مما لک والے کے لئے بطور نشان جھنڈے ہیں۔ہر جماعت وٹرسٹ کے لئے ایک ایک مخصوص '' لوگو '' ہے۔پس جس کا جو'' نشان ولوگو'' مقرر ہو گیا۔اب وہ ''لوگو'' دوسرا کوئی شخص مشابہت واختلاط سے نزاع پیدا ہونے سے رکنے کے لئے ہرگز استعمال نہیں کر سکتا ہے۔اس کے استعمال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس جماعت کا جو خاص نشان ہے۔وہ نشان ہی غلط اور مبغوض وغیر محبوب اور حرام بن گیا۔نہیں۔بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ نشان ایک خاص سرکل میں ایک خاص جماعت کے لئے چونکہ مخصوص ہو گیا۔اس لئے قانون بنا دیا گیا کہ اب وہ نشان اور انشل کوئی دوسرا بوجہ مشابہت کے استعمال نہیں کر سکتا ہے۔لیکن کوئی نیا ٹرسٹ و جماعت بنانے والا اپنا ''لوگو'' تیار کرتے وقت کسی خاص جماعت کے ''لوگو'' اور انشل میں سے کچھ نشان و علامت کو منتخب کر کے بوجہ اس کے استعمال کے جائز ہونے کے اپنا ایک الگ نشان بنانا چاہتا ہے تو بنا سکتا ہے۔کیونکہ جو نشان ہے ۔وہ دنیا کی ایک چیز ہے۔ان میں سے کوئی محبوب انشل وہ لے سکتا ہے۔یہ جائز ہے۔

پس یہ علم میں رکھنے کی بات ہے کہ '' ہر شی کسی نہ کسی خاص مقام کے لئے تخلیق ہوئی ہے۔وہ اپنے فولڈر کے لئے ضروری اور بالکل صحیح مخلوق ہے۔اس لئے کوئی شی عمومی اور اپنی فطری بناوٹ سے غلط نہیں۔ہاں! شی کا من موجی اور اس کی فطری بناوٹ کے قانونی دائرہ اور مقام سے ہٹا کر استعمال کرنا غلط ہے۔اسی حکمت کے پیش نظر اللہ نے اپنی تخلیقی اشیاء میں حرام وحلال کا حکم نافذ مایا ہے۔

قرآن مجید ھی یکساں سول کوڈ و فطری کتاب ھے : جب یہ تفصیل واضح ہوگئی تو جانئے کہ قرآن مجید اس نظام کائنات اور سسٹم کے لئے مخصوص فطری قانونی کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو چونکہ خود مختار اور صاحب عقل دانش اور باشعور بنایا ہے۔ اس لئے اپنے اس یکساں سول کوڈ کتاب وقانون کو ماننے، نہ ماننے کے تعلق سے زبردستی نہیں کی ہیں۔ بلکہ اسے اختیار دی ہیں۔

مسلمان اور کافر نام کی حقیقت: اس لئے حقیقت اس سلسلے میں یہ ہے کہ اس قانون کو جس نے مان لیا۔ دنیا کے نظام وسسٹم سے وہ بھرپور فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ وہی منجانب اللہ ''مسلمان'' یعنی اللہ کے فطری اور نارمل قوانین کو ایکسپٹ کرنے والا نام پاتا ہے۔ اسی طرح جس نے انکار کیا۔ اس نے اللہ کے فطری سسٹم کے حقائق سے انکار کیا۔ وہ فطری طور پر خود نقصان اٹھائے گا۔ ایسے لوگ اپنا نام ''کافر'' یعنی اللہ کے فطری اور نارمل قوانین کو ایکسپٹ نہ کرکے نقصان اٹھانے والے پاتے ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ انسان کے لئے بھلائی قرآنی قانون وحکم مخصوص کو مان لینے ہی میں ہے۔ جیسے پیچھے آپ نے ''آگ'' کی مثال پڑھی ہے۔ اب اگرکوئی اللہ تعالیٰ کی مخصوص چیز ''آگ'' کے جلانے کی صفت کا انکار کرتا ہے تو یہ یقیناً بڑا جاہل اور مہا بےوقوف ہے۔ اس کے اللہ کی تخلیق میں سے ان کی طرف سے فطری طور پر دی گئی خاص صفت کو انکار کرنے سے اسی کو نقصان ہوگا۔ پس اگر وہ آگ چھوئے گا تو وہ لاکھ انکار کرے۔ نہ مانیں۔ آگ اس کو یقیناً جلا کر راکھ کردے گی۔ ''جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ نہ مانے تو کر کے دیکھ'' مقولہ کے مطابق وہ ''آگ'' کی فطری قوت کو دیکھ لے گا۔ علیٰ ہذا القیاس!

اذان و نماز سے بعد یا قبل اضافي طریقه بدعت ھے : اسی طرح اذان ونماز اللہ کا ایک اولیں فریضہ ہے۔ اس کے ادائیگی کے لئے اجتماعیت کے ساتھ مسجد میں آنے اور بلانے کے لئے جو طریقہ ہے۔ وہ طریقہ مخصوص منجانب اللہ ہے۔ وہی ''اذان'' ہے۔ اب اگرکوئی ''اذان'' کی جگہ یا یا اذان سے پہلے یا بعد میں یا زندگی میں جاگنے اور سونے تک کے تمامی اعمال واحکام میں اس کتاب کے ذریعے جو بھی حکم منجانب اللہ قرآن حکیم کے ذریعہ نافذ و مرتب ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ پاخانہ جانے اور آنے کے وقت تک کے بھی جو چھوٹی دعائیں مخصوص ومرتب ہیں۔ ان کو بھی کسی مائی کے لال کے اندر بدلنے اوران کے آگے پیچھے ایک زبر و زیر کو بڑھانے اور گھٹانے اور کسی بھی طرح سے انگلی کرکے ان سیٹنگ موڈ میں لانے کی ہرگز طاقت

نہیں ۔کیوں کہ وہ انسٹال شدہ ہے۔خواہ کسی کا کوئی من موجی رائے ،کوئی انسانی خاص طریقہ ،اگر چہ کتنا ہی محبوب و بہتر کیوں نہ لگتا ہو۔مگر پھر بھی اس کو عمل میں نہیں لایا جائے گا۔کیوں کہ اس چپٹر اور باب میں اللہ کا الہامی طریقہ''اذان'' وہ بھی مخصوص کلمات کے ساتھ موجود ہے۔اس لئے یہ ہرگز نہیں بدلا جائے گا۔نا ہی اس کے آگے اور پیچھے کوئی عمل کو مخصوص اور لازم کیا جائے گا۔بلکہ ہر وہ طریقہ جو اذان کے بدل جانے اوراس کے آگے اور پیچھے کسی خاص عمل وقول کے لزوم وخاص ہونے کی طرف مشیر اور مشکوک دائرہ میں نظر آئے ۔ان تمام من موجی طریقہ کار کو بھی ترک کر دیا جائے گا۔

دین اسلام کو کوئی بدل نہیں سکتا: اسی حکمت عملی کے سبب دعوی ہے کہ'' دین اسلام اور قرآنی الفاظ ، بلکہ اس کے حرکات وسکنات تک بھی کوئی بدل نہیں سکتا ہے اوراس کی حفاظت کے لئے قدرتی طریقہ بھی بعینہ عمل اور تراویح وغیرہ کی عملی شکل میں موجود ومخصوص ہے ۔اس لئے کسی کے چلانے ،اس دین کو''دہشت گرد'' کہنے ،اس میں کسی طرح سے انگلی کرنے وغیرہ سے اس دین میں کچھ بگاڑ نہیں آسکتا ہے۔یہ ہرگز تبدیل نہیں ہوسکتا ہے۔

شریعت کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے : بلکہ اس شریعت اوراس کے دستور قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب کائنات نے اپنے کلام ودفعہ'' اِنَّا نَحنُ نَزَّلنَا الذِکرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُونَ'' کے ذریعے اعلان کر دیا ہے کہ''اس قرآنی دستور کو ہم ہی نازل کئے ہیں اوراس کی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے''۔اس لئے انسانوں میں سے جو شخص اس دستور اصلی وابدی کو تبدیل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو گویا وہ''سورج'' کو بدلنے اور''ہوا'' وغیرہ مخلوقات الہیہ کی جگہ اپنی''ہوا'' وغیرہ مخلوقات پیدا کرنے کی ناکام کوشش کررہا ہے۔

اس لئے یہ دین اوراس دین کا ٹائٹل یعنی قانونی ویکساں سول کوڈ کتاب قرآن مجید ایکسپیٹ کر لینے والے ہی عقلمند ہیں۔پس اذان کے بعد یا پہلے کچھ اضافی طریقہ کار رائج کرنے کے تعلق سے بھی اس دستور الہی میں یہی خاص اور ٹھوس مسئلہ ہے کہ وہ بدعت ہے۔ناقابل قبول ہے۔اس تعلق سے اکابر مفتیان کرام بہت سختی کے ساتھ فتاوی دے چکے ہیں۔

میں باب الہند مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ کا دیا ہوا''فتوی'' جو انہیں کے فتوے کی کتاب''کفایت المفتی''رج:۳رص:۴۹ر(مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند) پر جواب نمبر ۱۴رمیں مرقوم ہے۔نقل کرتا ہوں۔عقلمندوں کے لئے یہ فتوی سکوت اور شریعت کی بات کو بس منہ موچ کے مان لینے کے لئے کافی ہے۔

فتوی مفتی کفایت اللہ صاحب: ''شریعت مقدسہ نے صلوات خمسہ کی اطلاع کے لئے اذان مقرر فرمائی ہے اور وہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ اذان کے بعد کوئی اور چیز اطلاع کے لئے اور اعلام کے لئے آنحضرت ﷺ اور صحابۂ کرام اور ائمۂ عظام نے تعلیم نہیں کی۔ اذان کے بعد مساجد میں گھنٹہ بجانے کا طریقہ مقرر کرنے سے اذان کی بے وقعتی اور کفار کی مشابہت ہوتی ہے۔ اس لئے بدعت ہے اور اس کو ترک کرنا لازم ہے۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، کفایت المفتی ''، ج:۳، ص:۴۹)۔

میں بس اسی ایک فتوے پر اکتفا کرتا ہوں۔ مجھے بس مسئلہ صحیح دکھانا مقصود ہے۔ طول دینے سے فائدہ نہیں۔ ویسے یہ فتوی حدیث مذکور اور اس کی شرح سے مکمل واضح ہو جاتا ہے۔

مخصوص فجر کلب تحریک بدعت ہے: اس لئے میرے مطالعہ و تحقیق کی روشنی میں موجودہ جو ''فجر کلب'' نام سے ''فجر بیداری مہم'' ایک خاص طریقہ کے مطابق رائج کیا جا رہا ہے اور اس پر سختی کے ساتھ عمل کرنے کی تحریک چلائی جا رہی ہے۔ بدعت اور مخصوص حکم الہی کے آگے یا بعد اضافی و غیر شرعی عمل ہے۔ اس طریقہ کے رواج سے مؤذنین حضرات پر بھی بوجہ سستی الٹا اور برا اثر غالب آ سکتا ہے۔ لوگ بلکہ مؤذنین حضرات بھی ایک وقت میں سوتے سوتے لوگوں کو وہاٹس ایپ اور موبائل فون ہی سے محلّہ کے تمام مسلمانوں کو براڈ کاسٹ الارم سے گھنٹی بجا کر تھوڑی دیر سونے کو بہتر سمجھنے لگیں گے اور یوں اذان کا سنت اور الہامی طریقہ کے ترک ہونے کا خدشہ ہے۔

فجر کلب اذان بند ہونے کا سبب بن سکتا ہے: علاوہ ازیں حکومت بلکہ پوری دنیا اس وقت فتنے کے دور سے گذر رہی ہے۔ اس فتنے کے دور میں لوگوں میں دوری، مصافحہ سلام نہ کرنے اور آپسی محبت نہ کرنے کے لئے ہر وہ صورت کرونا ترونا وغیرہ کے نام مختلف صورتیں نکال کال کر پیش کر رہے ہیں۔ خوف دلا رہے ہیں کہ مسلمان نماز، قرآن بلکہ اسلام ہی کو چھوڑ دیں۔ ایسے ناگزیر ماحول میں ''فجر بیداری مہم'' جہاں مؤذنین کے حق میں سستی کا اور اذان کے ترک کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ وہیں حکومت کو اور مخالفین اسلام کے لئے اذان روک کر اس مہم کے ذریعے نماز کے لئے اٹھاؤ کا حکم جاری کر کے ایک مخصوص دعوت اسلام کے الہامی طریقۂ کار کو ترک کرنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔

فجر کلب آپسی نفرت کا سبب: علاوہ ازیں فجر میں مخصوص طور پر اٹھانے سے بہت سارے لوگ ناپاک بھی ہو سکتے ہیں۔ ان کو بار بار جگانے سے اسی طرح بہت سے لوگ

مختلف امراض کے شکار ہوتے ہیں۔ان کے گھروں میں جا جا کر زبردستی اس مہم کے تحت جگانے سے جگانے والوں سے لوگ دلی نفرت میں آکر الجھ بھی سکتے ہیں۔نفرت آمیز اور دل توڑ کلمات بھی کہہ سکتے ہیں۔ممکن ہے کہ اس عمل کی لزومیت کی وجہ سے سامنے والا نماز پڑھنے سے بھی انکار کر بیٹھے۔جس سے کفر تک وہ پہنچ جائے۔بہر حال! یہ طریقہ کوئی بھی تناؤ اور اختلاف کی وجہ بن سکتا ہے۔

عملی میدان میں فطرت نے زبردستی نہیں کی: اسی نکتۂ نظر سے اللہ تعالی نے اپنی اس اعلی واشرف مخلوق کی پیدائیشی آزادی کا خیال رکھ کر اپنا حکم'' لَایُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اَلَّا وُسْعَہَا اَلَھَا مَا کَسَبَتْ وَعَلَیْھَا مَاکْتَسَبَتْ ''اپنے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعے نازل فرما کر اپنے فرائض تک والے احکامات میں بھی صرف اپنا قانون ظاہر فرمایا ہے۔مگر ان کے عملی میدان میں فطرت نے زبردستی نہیں کی ہے۔بلکہ مکمل اختیار اور آزادی عطا کی ہے۔

فجر کلب کی لزومیت والی صورت حال میں اس فطری آزادی پر زبردستی بھی درست نہیں اور اس قانون فطرت اور بشری کمزور صفات اور ضرورت کے سبب جگانے والے ذمہ داران حضرات بھی اپنی ذمہ داری میں تساہل اور سستی برت سکتے ہیں۔اسی طرح جن لوگوں کو جگایا جائے گا۔وہ بھی جگانے والوں سے کبھی کبھار الجھ کر بجائے معاشرت کی سدھار ہونے کے بدمعاشرتی کا سبب بن سکتے ہیں۔

بہر حال!اس طرح یہ طریقۂ کار آپسی نفرت و دوری کا آہستہ آہستہ سبب بھی بن سکتا ہے۔اگر ان خدشات میں سے کوئی خدشہ پیش نہ بھی آئے۔تب بھی اصل اذان کے بعد یا پہلے کچھ اضافی طریقہ انسانی کو حضور ﷺ نے ناپسند فرماتے ہوئے رد کر دیا تھا۔اس لئے نماز کے جگانے کے لئے مخصوص طریقہ لازمی طور پر جاری کرنا بدعت ہی ہوگی۔

دیگر مسلکوں کا اضافی عمل کو بھی جائز کہنا پڑیگا: اگر اس مہم کو جاری کرنے کے لئے من مانی کی جائے گی تو پھر ان من مانی کرنے والوں کا عمل امت مسلمہ کے دیگر مسلکوں اور عقائد کے اذان سے پہلے اور بعد اور خود اذان کے اندر کے اضافی من موجی کلمات کو بھی درست کہنا پڑ جائے گا۔اس لئے من موجی رائے اگر چہ'' خدا حافظ'' جملہ کی طرح لائق تحسین و حسین ہی کیوں نہ ہوں۔اس پر سختی کے ساتھ دوام اور اس کے لئے مستقل مخصوص تحریک چلانی شرعا درست نہیں ہے۔

اہل تبلیغ مستحب طریقہ پر عمل کر رہے ہیں:: ہاں! انفرادی طور پر محلّہ کے لوگوں کو کبھی کبھار جگا دینا۔ نماز کے لئے یاد دلا دینا۔ چوبیس گھنٹوں میں سے کسی وقت پیار و محبت سے جبکہ سامنے والوں کا موڈ درست ہو اور وہ خوشی سے دعوت اسلام اور نماز کے بلانے والی بات کو مانیں تو پھر صحیح ہے اور یہ طریقہ الحمد اللہ ثم الحمد للہ! تبلیغی جماعت کے ذریعہ جاری و ساری ہے۔ لیکن فجر کلب کے مخصوص مہم کے ذریعے اکثر لوگ ممکن ہے کہ نماز سے بھی انکار کر دے جو کہ کفر کا بھی سبب بن سکتا ہے۔ کیوں کہ لوگوں کا مزاج مختلف ہوتا ہے۔

اس لئے ایسا ہر وہ طریقہ جو مخصوص طریقۂ ربانی کے حق میں مشکوک ہو اور اس مخصوص و نفلی عبادت کے نفاذ کے لئے مستقل جدوجدہ کا حکم لگا کر عمل کی جانے لگے تو یہ مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مستند اکابرین کی نظر میں شریعت کے مخصوص طریقہ کار کے موجود ہونے اور اس کے وقتی کے سبب ہر حال میں قابل ترک ہے۔

یاد رہے کہ حکم شریعت ہمیشہ فطری مزاج کے مطابق پیش کیا گیا ہے۔ اس لئے اس کا خیال رکھ کر کتاب و سنت کے ماہرین سے مکمل تحقیقی فتوی طلب کرنے کے بعد ہی کوئی مشورہ پاس کرنا شریعت کے حدود میں ہو سکتا ہے۔ اس کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔

اس لئے مسلمانوں کو صرف اور صرف ماہرین قرآن حکیم اور ماہرین شریعت یعنی مفتیان عظام سے اللہ کے مخصوص حالات کے حکم کو معلوم کر کے اس پر چلنا ضروری ہے۔ الگ سے ان جگہوں میں جن میں مخصوص حکم ربانی اور مخصوص کلمات و طریقہ موجود ہے۔ اپنی رائے و طریقے کو رائج کرنا بالکل صحیح نہیں ہے۔ یہ اطاعت ربانی کے مذکورہ دفعۂ قرآنی بھی خلاف ہے۔ اس لئے چاہئے کہ مشروع اذان ہی کو اس کے خاص طریقہ سے ہمت سے جاری رکھا جائے۔

مقصد اذان دور تک آواز پہنچانا ہے : ہاں! اذان کے وولیم کے لئے جو حکومت سے کم کرنے کے لئے حکم ہے۔ یہ حکومت کی مسلمان دشمنی اور اسرائیلی تحریک کے حصہ کے سبب اذان و نماز بند کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔ اس جگہ دانشوران قوم اور اور مخصوص عمائدین شہر اور بڑے و مقتدر علمائے کرام متحد ہو کر پابندی سے فطری ساؤنڈ میں اذان دینے کے لئے تحریک چلائیں تو یہ ایک مخصوص حکم کے تسلسل کے لئے محنت قابل تحسین ہے۔ کیوں کہ اذان کا مقصد ہی سب سے زیادہ بلند آواز والے شخص کی فطری قوت والی آواز کے ذریعہ بلند آوازی کے ساتھ دعوت کلمۂ الٰہی کی آواز کو دور دور تک پہنچانا ہے۔ اسی سے ایک رب کی حیثیت و حقیقت کی شناشی کی دعوت پوری ہوگی۔

بحرالرائق فقہ حنفی کی معتبر ترین کتاب مطبوعہ زکریا بک ڈپو دیوبند رج ۱ رص: ۴۴۵ ر پر ہے کہ'' اِن المَقصُودَ مِنہُ الاِعلَامُ وَلَا یَحصُلُ بالاِخُفَاء '' یعنی اذان سے مقصود ومراد لوگوں کو نماز کے لئے خبر دینا اور بلانا ہے۔اس لئے آہستہ اذان دینے سے یہ مقصد حاصل نہیں ہوتا۔اسی بحرالرائق میں ہے کہ'' اَلاَذَانُ فَانہُ اِعلَام الُغَائِبِیُنَ '' کہ اذان دراصل جولوگ حاضر نہیں ہیں۔ ان لوگوں کو مسجد میں نماز کے بلانے کے لئے ہے۔

مطلب واضح ہے کہ جتنی آواز سے اذان دی جاسکے۔اذان دی جائے گی۔اسی مقصد کے لئے جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ کے خواب والے کلمات اذان کی مطابقت وحی کی دلیل سے پختہ ہوگئی تو حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو اذان دینے کے لئے کہا۔کیوں کہ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی آواز حضرت بلالؓ کے مقابلے میں پست تھی۔

بوجہ مجبوری حکمت و حال کے مطابق اذان دی جائے گی: یہ اور بات ہے کہ کہیں پر غیر مسلموں سے نزاع ہو۔فتنہ ہو رہا ہو تو حکمت عملی اور حالات اور مجبوری کے تحت اذان پست آواز سے یا موجودہ زمانہ میں مائک کے ساؤنڈ اور وولیم کو کم کردی جائے یا حکومت کے متعین ولیم پوائنٹ پر ہی اذان دی جائے۔یہ ایک حالات سے سمجھوتہ کے لئے ایک وقتی مقررہ حکمت عملی ہے۔مگر حالات درست ہوتے ہی پھر اصلی ضابطہ کے مطابق عمل فرض ہے۔کیوں کہ اسلامی اور قدرت کی طرف سے مقرر کردہ فطری اور اصلی قانون میں کبھی کوئی سمجھوتہ نہیں ہوسکتا ہے۔بس منہ موچ کے اس قانون پر عمل کرنا ہی فرض ہے۔ورنہ نقصان اور عذاب کی گرفتاری مقدر ہے۔

اس لئے اللہ کی طرف سے نارمل اور پرسکون ماحول میں اذان بلند آوازی کے ساتھ خوب زور زور سے دینے کے لئے ہی حکم ہے۔اس لئے بلا کسی فتنہ وغیرہ کے ماحول میں جہاں تک آواز اور دعوت الٰہی کی آواز پہنچ سکے۔پہنچائی جائے گی۔

پس اونچی جگہ سے اور بلند آواز سے اذان دینا سنت ہے۔مصنف ابن ابی شیبۃ کتاب الاذان میں حدیث رنمبر ۲۱۱۸ رمیں ہے'' أَنَّ عَبدَ اللّٰہِ بنِ زَیدٍ الاَنصَارِی جَاءَ النَّبِیَّ ﷺ فَقَالَ یَا رَسُولَ اللّٰہ ﷺ رَأَیتُ فِی المَنَامِ کَانَ رَجُلًا قَامَ وَ عَلَیہِ رِدَانِ أَخضَرَانِ عَلی جذُ مَۃِ حَائطٍ فَأَذَّنَ ہ یعنی حضرت عبداللہ بن زیدؓ انصاری حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو سبز چادریں اوڑھے ہوئے ایک شخص نے دیوار کی منڈیر پر چڑھ کر اذان کہی۔

اسی طرح طبقات ابن سعد کبری رج ۸رص:۴۲رمطبوعہ بیروت میں ہے کہ ''حضرت زید بن ثابتؓ کی والدہ حضرت نوارؓ کہتی ہیں کہ مسجد نبویﷺ کے قریب میرا گھر سب گھروں سے اونچا تھا۔حضرت بلالؓ شروع سے اسی کے اوپر اذان دیتے تھے۔جب حضورﷺ نے مسجد بنائی۔جس کی چھت پر تھوڑی سی جگہ اذان کے لئے اونچی کردی گئی۔تب پھر اس پر اذان کہنے لگے۔

اس لئے طبقات ابن سعد اور فتاوی کی معتبر کتابوں سے فتوی اسی پر ہے کہ اذاں بلند آوازی سے اس طرح دی جائے گی کہ دور دور کے لوگوں کے کانوں تک اس کی آواز پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ بہت ساری فقہی عبارتیں ہیں۔جن سے اذان کی مراد دور دور تک کے لوگوں کی کانوں تک اذان کی آواز پہنچانا مقصود ہے۔تاکہ اس الہامی آواز اور کلمات ربانی سے جہاں تک آواز پہنچے۔جن وانس میں سے شیطان وہاں تک دور چلا جائے اور ماحول شیطانیت اور شرارت سے محفوظ ہوجائے۔

اذان خانہ کی تعمیر کامقصد: اسی غرض سے ہی پہلے مسجدوں میں اذان دینے کے لئے مخصوص مقام اور جگہ ''اذان خانہ'' کے نام سے اونچی ور بلند تعمیر کی جاتی تھی۔پس آہستہ اور کم وولیم سے اذان مقصد ومراد کے خلاف ہے۔پس اذان دفعیہ بلا ومصائب بھی ہے۔اسی لئے آندھی وطوفان کے موقع سے اذان کہنا مستحب ہے۔اس لئے ہر حال میں یہ یاد رکھنے کی ضرورت ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان ہی کو تکلیف ہوتی ہے۔انسان کو ان کے کلمات کے سننے کی وجہ سے سکون پیدا ہوتا ہے۔اسی لئے اس کے کلمات کو انہیں سننے کی خواہش ہوتی ہے۔

خلاصہ کلام: یہ کہ شریعت اللہ کے حکم کا نام ہے۔اللہ کا حکم قرآنی خط ہمارے پاس موجود ہے۔اس الہی خط اور قانو ودفعات میں جو حکم جہاں پر جس طرح جس پوائنٹ سے دفعہ ربانی ''مَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا'' کے مطابق لاگو کردیا گیا ہے۔اسی حکم کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ان میں من موجی نظام چلانا، کچھ گھٹانا اور اضافی عمل جائز نہیں۔

اسی پس منظر اور دلائل سے اذان سے پہلے یا اذان کے بعد بھی کوئی خاص طریقہ برائے اعلام نماز فجر سختی کے ساتھ اجرا کرنے کے لئے خاص نام سے تحریک چلانی درست نہیں ہے۔

فجر کلب نام مشکوک ہے: ویسے بھی ''فجر کلب'' نام مشکوک اور قابل اعتراض ہے۔عربی یا اردو گرامر کے لحاظ سے یہ اضافت مقلوبی ہوگی۔مقلوبی کا مطلب ''اضافت کو الٹ کر بولنا ہے''۔ادراصل اردو اور فارسی گرامر میں ایک لفظ کی صحیح نسبت واضافت کو الٹ کر مضاف کو مضاف الیہ

اور مضاف الیہ کو مضاف بنا کر اضافت کے کسرہ کو چھوڑ کر بولنے کو ''اضافت مقلوبی'' کہتے ہیں۔

جیسے ''نیم روز'' ''نیم'' اور ''روز'' دولفظوں سے جڑا ہوا ایک مرکب اضافی ہے۔اس مرکب اضافی میں ''نیم یعنی آدھے'' کی نسبت ''روز یعنی دن'' کی طرف کی گئی ہے۔جو اصل قاعدہ اور گرامر کے لحاظ سے ''روزِ نیم'' ہوگا۔مگر اسے اصل قاعدہ کے موافق استعمال نہ کر کے ''روزِ نیم'' کی جگہ ''نیم روز'' الٹ کر بول دیا گیا۔معنی وہی رہا۔اسی طرح ''فجر کلب'' ''فجر'' اور ''کلب'' دولفظوں سے جڑ کر اصل میں ''کلبِ فجر'' بمعنی ''فجر کا مخصوص پروگرام'' معنی ہونا چاہئے۔جسے الٹ کر ''فجر کلب'' نام رکھ دیا گیا۔مگر معنی اصل ہی کا رہا۔

پس اگر فجر کلب کا معنی عربی میں لیں تو ''فجر کا کتا'' معنی بن جائے گا۔کیوں کہ ''کلب'' عربی میں ''کتے'' کو کہتے ہیں جو کہ بالکل غلط ہوگا۔اس لئے یقیناً ''کلب'' کو انگریزی لفظ سمجھتے ہوئے اس کا معنی انگریزی والا ''مخصوص پروگرام و مجلس لیا جائے گا۔جیسا کہ لگتا ہے کہ اس لفظ کا انتخاب بھی انگریزی داں طبقہ نے ہی کی ہے۔اس لئے لامحالہ اس لفظ کا معنی ''کسی خاص مقصد کے لئے اجتماع اور مجلس منعقد کرنا'' ہی ہوگا۔انگریزی لغت (ڈکشنری) سے یہ معنی لغوی اعتبار سے تو صحیح ہے۔

متشابہ چیز شریعت میں منع ہے : مگر اصطلاحی معنی عموماً اس نام سے منعقد کی جانے والی مجلس واجتماع غیر شرعی کام ناچ، گانے بجانے کے لئے مشہور ومخصوص ہے اور قاعدہ ہے کہ ''المعروف کا المشروط ''یعنی جو چیز کسی خاص اصطلاحی معنی میں مستعمل ہو جاتی ہے تو وہ اس معنی کے لئے اب لغت کا معنی مراد نہیں ہوتی۔بلکہ شرطیہ اسی خاص اصطلاحی معنی ومراد کی طرف لوگوں کا ذہن منتقل ہوتا ہے۔

اس لئے ''فجر کلب'' نام سے عموماً ''فجر میں ناچ گانے کی محفل'' ہی لوگ سمجھیں گے اور متعجب اسی طرح ہوں گے۔جیسے کہ ایک شراب کی دکان پر کوئی مولانا کھڑے ہونے لگے تو عوام الناس کو اعتراض ہونے لگے گا۔پس ''فجر کلب لفظ سنتے ہی عموماً اول مرحلہ میں ''غیر شرعی ناچ گانے اور ڈانس وغیرہ کی خاص مجلس'' ہی مراد ہوگی۔اس خاص مرادی ذہنیت کو تبدیل کرنے کے لئے بھی پھر ہر شخص کو اس کا معنی بتانے کے لئے مستقل تحریک چلانی پڑے گی۔

علاوہ ازیں یہ اپنے اصطلاحی معنی میں مخصوص و مستعمل ہونے کے سبب حدیث ''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' کہ جس قوم کا تشبہ اور صفت اختیار کرتا ہے۔وہ اسی جماعت میں سے ہوتی ہے'' کی زد

میں ہے۔اسی دلیل سے مکمل کالا لباس، یا مکمل لال لباس وغیرہ بوجہ خاص جماعت کے نشان ہونے کے پہننے کو علماء نے منع کیا ہے۔اس لئے شک وشکوک والے کام کو کرنے کی آخر کیا ضرورت ہے۔

اس لئے ''فجر کلب'' یا اس کے علاوہ کسی بھی نام سے ''فجر بیداری مہم'' وتحریک چلانے کے بجائے خاص اذان کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پیدا کی جارہی ہیں۔ان غلط فہمیوں کو دور کی جائے اور اس کی مراد کے مطابق اسے جاری کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔خواہ اس کے لئے جو بھی ترکیب عملی اختیار کرنی پڑے۔وہ مستند علمائے کرام اور مفتیان کرام سے مشورہ لے کر اختیار کی جائے۔اس طرح کے عملی جامعہ پہنانے کے لئے انتظار نہ کیا جائے۔ویسے حالات تو ایسے ہیں کہ رع:

وقت عمل کب آئیگا ہم ہیں کس انتظار میں
اب بھی ہے کیا کوئی کسر ذلت و افتقار میں

جب کہ خدا پہ تھی نظر کچھ نہ تھا دشمنوں کا ڈر
دس بھی ہوئے تو بے خطر گھس گئے ہم ہزار میں

اے دل مسلم تجھے احساس ذلت کیوں نہیں
دل میں تیرے جذبۂ توحید و سنت کیوں نہیں

تیری خود داری مٹائی شرک و بدعات نے
ہائے تجھے آج بھی احساس غفلت کیوں نہیں

لا کو جب لایا زباں پر دل تیرا روشن ہوا
آج اللہ کی پھر تجھ میں طاقت نہیں

بدعتوں نے نور ایماں کو تیرے ٹھنڈا کیا
ہائے تجھ کو بدعتوں سے پھر بھی نفرت کیوں نہیں

چاہیئے تھا مسجدوں میں سر تیرا پیش خدا
تو جھکا غیروں کے در پہ شرم و عزت کیوں نہیں

بدعتوں کو کر لیا کیوں کرتے دل نے پسند
آہ ! اے مسلم تجھے محبوب سنت کیوں نہیں

اٹھ کھڑا سنت خیر الوری پہ گامزن
منزل مقصود تیری راہ سنت کیوں نہیں

مار دے ٹھوکر اے مسلم بدعتی افعال کو
ہے اگر سنی پیارے تجھ کو غیرت کیوں نہیں

سنو کتاب اللہ میں مضمر ہے راز زندگی
تجھ کو کافی مشعل نور ہدایت کیوں نہیں

سر اٹھایا نت نئی بدعات نے امت میں جب
آج پھر ترے میاں تیغ سنت کیوں نہیں

زندگی کا راز پنہاں حرکت میں ہے
اے طلبگار حقیقت تجھ میں حر کت کیوں نہیں

فقط مفتی محمد سجاد حسین قاسمی
بانی وایڈیٹر ندائے طیب یاسین نگر بنگلور۔۴۳
موبائل نمبر: 944 86 06 806

ملنے کا پتہ:

مفتی محمد سجاد حسین القاسمی

نان پوری، ضلع سیتامڑھی بہار۔۸۴۳۳۳۴

مقیم حال: یاسین نگر محلّہ بنگلور۔۵۶۰۰۴۳/

صوبۂ کرناٹک (الہند)

موبائل: 9448606806

ای میل (E-mail:) :

mshqasmi55@gmail.com